



## علامہ سعیدی کی خشیتِ الہی اور علمی انکسار

### مفتی منیب الرحمن

ابن اَنَعُم نے کہا: ”ہر چیز کے لیے ایک آفت ہوتی ہے جو اسے برباد کر دیتی ہے، پس عبادت کی آفت ریا ہے، علم کی آفت نسیان ہے اور عقل کی آفت عُجْب یعنی اپنی ہی بات کو حرفِ آخر سمجھنا ہے، (الزهد والرقائق: 829)“، اسی بات کو حدیثِ پاک میں اس سے ملتے جلتے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، (الباقیہ: 23)“۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض علم ہدایت کا ضامن نہیں بن سکتا تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اسی طرح کسی بھی ایسے مسئلے میں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم ﷺ کی طرف سے منصوص نہیں ہے بلکہ اجتہادی ہے تو اس میں اپنے آپ کو حرفِ آخر سمجھنا عقل کے لیے آفت ہے اور بربادی کا سبب ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی کو اللہ تعالیٰ نے دینی مسائل کے اجتہاد میں بے پناہ قوتِ حافظہ اور اجتہادی ملکہ و مہارت سے فیضیاب فرمایا تھا، لیکن وہ خشیتِ الہی، عجز و انکسار اور تواضع کا پیکر تھے۔ وہ تحقیقی مسائل میں دلائل کا انبار لگا دیتے مگر اس کے باوجود وہ اپنی رائے کو حرفِ آخر نہیں سمجھتے تھے، تاہم وہ کسی آیت قرآنی یا حدیث کی تشریح میں ناموسِ الوہیت جلّ شانہ اور ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور ناموسِ انبیائے کرام کا بہت پاس رکھتے تھے۔ تحقیقی بحث کے آخر میں جو کلمات تحریر فرماتے، اس کی چند مثالیں ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کے بارے میں علمائے کرام کی دو آراء ہیں، علامہ سعیدی فسادِ صوم کے قائل ہیں۔ اس پر آپ نے نہایت تحقیقی بحث کی ہے، آخر میں لکھتے ہیں: ”میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے، ورنہ میری فکر کی غلطی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہیں، (شرح صحیح مسلم، ج: 3، ص: 58-1154)“۔

”غیر کفو میں نکاح“ کے تحت علمائے کرام کا ایک طبقہ سیدہ کے غیر سید سے نکاح کو جائز نہیں سمجھتا۔ علامہ غلام رسول سعیدی دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس کے جواز کے قائل تھے اور فقہ حنفی کا مختار موقف یہی ہے۔ اس مسئلے پر آپ نے شرح صحیح مسلم میں نہایت مدلل و مفصل بحث کی ہے، اس معرکہ الآراء بحث کے آخر میں آپ لکھتے ہیں: ”میں نے حتی الامکان اس مسئلے پر غور و خوض سے لکھا ہے، تاہم یہ واضح رہے کہ اگر لکھنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو یا کوئی سہو و تسامح ہو گیا ہو یا کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو انسان اور بشر ہونے کے ناطے ہم معذور ہیں، بہر حال اس تحریر میں جو حسن ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عنایت سے ہے، اور جو فحش ہے وہ میری کوتاہی، کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے ہے، (ج: 6، ص: 1092-1106)“۔

تفسیر ”تبیان القرآن“ میں سورۃ الحج آیت: 52 کے تحت ایک روایت کا تعلق چونکہ وحی ربانی کی عصمت سے ہے اور آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مفسرین و مترجمین نے لفظ ”تَمَنّٰی“ کا ترجمہ کسی نے ”پڑھنا“ کیا ہے اور کسی نے ”آرزو“ کا کیا ہے، علامہ صاحب نے دوسرا معنی اختیار کیا ہے۔ اس کی تفسیر میں ”تِلْكَ الْغُرَابِيُّ الْعُلَى“ سے متعلق ایک روایت کی رو سے کسی



کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ آیا شیطان وحی کے کلمات میں دخل اندازی کر سکتا ہے؟ لہذا آپ نے اس پر مفصل و مدلل بحث کی تاکہ وحی کی حقانیت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہو، آخر میں آپ لکھتے ہیں:

”میرے نزدیک چونکہ یہ روایت بارگاہ رسالت کی عظمتوں کے منافی تھی، اس لیے میں نے اس کے رد اور ابطال میں کافی تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے، کیونکہ میں اس پر بہت عرصہ سے غور و فکر کرتا رہا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے یہ بحث ابریز میں پڑھی، جس میں سیدی غوث عبدالعزیز دہلوی نے اس روایت کو باطل اور موضوع قرار دیا اور آیت کا صحیح محمل بیان کیا، اس کے بعد بھی میں اس موضوع پر مسلسل مطالعہ کرتا رہا۔ میں نے اپنے معاصر علماء سے اس روایت کے بارے میں مذاکرہ بھی کیا۔ میں نے دیکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اتباع میں بعض جید علماء نے بھی اس موضوع روایت کو اس باطل تاویل کے سہارے اختیار کر لیا ہے جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ تاہم یہ علماء صحیح العقیدہ ہیں اور ان کی نیت فاسد نہیں ہے، صرف روایت پرستی کے روگ کی وجہ سے انہوں نے اس روایت کو اس باطل تاویل کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مصنف کے دل میں محبت رسول کو اور زیادہ کر دے۔ اے اللہ! تو گواہ ہے، میں شخصیت پرست نہیں ہوں، اللہ اور اس کے رسول کی حرمت سے بڑھ کر مجھے کسی کی حرمت عزیز نہیں ہے۔ میں نے جو یہ سعی کی ہے وہ صرف اور صرف مقام رسول کے تحفظ کی خاطر کی ہے۔ اے اللہ! اس کوشش کو قبول فرما اور اس کو مصنف کے لیے توشیح آخرت، مغفرت اور رحمت کا ذریعہ بنادے، (ج: 9، ص: 88-781)۔“

”نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کے بعد اپنا نکتہ نظر، مصنف کا نظریہ“ کے عنوان سے بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: ”جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کر لیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، اسی طرح کی اور دوسری خرافات بیان کی ہیں۔ یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہیں اور حضرت اُمّ المؤمنین پر بہتان ہے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ ﷺ نے تبلیغی، تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے، اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور فکری ایک سال تک معطل رہے ہوتے، تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیے جاسکتے تھے۔ حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلم ہے، لیکن وہ بہر حال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کی چھان پھک میں بعض اوقات اُن سے کوئی سہو ہو گیا ہو اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی کمی نہیں آئے گی، (نعمۃ الباری، ج: 6، ص: 88-185)۔“

رسول اللہ ﷺ کی عقل تو بہر حال معصوم تھی، لیکن جسمانی طور پر آپ پر جادو ہو سکتا ہے یا نہیں اور یہ کہ جادو ہونے کا نظریہ مقام نبوت کے منافی تو نہیں ہے، اسے آپ نے مقام نبوت کے منافی سمجھتے ہوئے مذکورہ بالا عبارت میں رد کیا ہے اور اس پر تفصیلی بحث کی۔ لیکن آپ نے اس مسئلے پر غور و فکر کا سلسلہ جاری رکھا اور آخر کار اپنی آخری تصنیف ”تبیان الفرقان“ میں اپنے سابقہ تحقیق سے رجوع کر لیا اور لکھا:

”اب تک میں نے دلائل سے یہی سمجھا ہے کہ یہود رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور یہ غلط ہے کہ چالیس راتوں یا چھ ماہ یا ایک سال تک آپ پر جادو کا اثر رہا۔ لیکن چونکہ علمائے امت کی اکثریت کا یہ مذہب ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا، تو میں یہ سوچتا ہوں کہ علمائے امت کے عظیم اکثریت کے مقابلے میں میری منفرد رائے کیا حیثیت





رکھتی ہے، ہو سکتا ہے یہاں پر ایسے دلائل ہوں جو مجھ پر منکشف نہ ہوئے ہوں اور ان دلائل کے اعتبار سے آپ پر جادو کا اثر ہوا ہو، سو اگر واقع میں ایسا ہے تو میں اپنی تحقیق سے رجوع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ میرے مطالعہ میں کمی ہو اور میری فکر میں نقص ہو اور میں اس معاملے کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، میں نے وہی لکھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کے مصعب نبوت کی عظمت کے مطابق سمجھا، لیکن میں بہت گنہگار انسان ہوں اور میری فکر اور عقل بھی نارسا ہے، ہو سکتا ہے جس طرح جمہور علماء نے کہا ہے، اسی میں رسول اللہ ﷺ کی شان اور آپ کی عظمت ہو اور میں اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا ہوں، سو اگر ایسا ہے تو میں اپنی سابقہ تحقیق سے رجوع کرتا ہوں، (تبیان الفرقان، ج: 3، ص: 754)۔ اس سے معلوم ہوا کہ علامہ سعیدی کے مزاج میں نہ تعلقی تھی، نہ علمی عجب و استکبار تھا، بلکہ آپ پر خشیت الہی غالب تھی اور آپ دلائلِ حق آنے کے بعد اپنے سابق موقف سے رجوع کرنے اور قبولِ حق کے لیے ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔

پرفیسر ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم کالج کے زمانے میں میرے شاگرد رہے ہیں، وہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کا تعلق بھی قائم کر چکے تھے۔ بعد میں بھی ان کا ہم سے رابطہ رہتا تھا، لیکن وہ دینی مسلمات کے حوالے سے آزاد خیال ہو چکے تھے اور اپنے تقررات اور من پسند اجتہادات سے بھی ہمیں آگاہ کرتے رہتے تھے، علامہ غلام رسول سعیدی سے بھی ان کی ملاقات کا سلسلہ رہتا تھا، وہ ذہین اور باصلاحیت تھے، لیکن ان کا ہمارے ساتھ رشتہ کچھ اس طرح کا رہا کہ بقول شاعر:

ما و مجنوں ہم سبق بودیم درد یوان عشق  
اوپہ صحرا رفت و مادر کوچہ باز سوا شدیم

ترجمہ: ”ہم اور مجنوں ملتے عشق میں ہم سبق تھے، لیکن پھر وہ (آزاد خیالی کے) صحرا کی وسعتوں میں گم ہو گیا اور ہم مذہبی حدود میں مقید ہی رہے۔“

ہم چونکہ ان کے تقررات سے علمی لحاظ سے اتفاق نہیں کر پاتے تھے، لہذا ان کی خواہش کے باوجود ان کی کتاب پر تقریظ لکھنے کی سعادت سے محروم رہنا پڑا۔ تاہم وہ ہر مہینے کم از کم ایک بار ضرور ہمارے ادارے کا چکر لگاتے اور کسی ظالم و سفاک شخص کے ہاتھوں جاں بحق ہونے سے چند دن پہلے ہی ہمارے ہاں تشریف لائے تھے اور انہوں نے اپنی آخری تصنیف ”تعبیرات“ بھی ہم لوگوں کو پیش کی۔ اس میں ان کے من جملہ تقررات میں سے یہ تھا کہ ”مسلمان عورت کا اہل کتاب مرد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔“ علامہ صاحب نے اپنی دوسری تفسیر تبیان الفرقان میں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی اور اس کا مدلل رد کیا، آخر میں وہ لکھتے ہیں:

”قرآن مجید، مستند حدیث، آثارِ صحابہ و فقہاء تابعین اور ہر مذہب و مسلک کے مفسرین اور علماء اسلام کے اجماع کے حوالہ جات سے آفتاب سے روشن تر ثابت ہو گیا کہ مسلمان عورتوں کا اہل کتاب مردوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے، لہذا میں ڈاکٹر محمد شکیل اوج سے دل سوزی کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس موقف سے کہ ”مسلمان عورت کا اہل کتاب مرد کے ساتھ نکاح جائز ہے“، رجوع کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قرآن مجید کی اس وعید میں داخل ہو جائیں: ”اور جو کوئی راہِ ہدایت کھل جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے کی پیروی کرے گا، تو ہم اُسے اس طرف پھیر دیں گے، جسے اُس نے اختیار کیا ہے اور ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے،“ و ما علینا الا